اللہ کے گھر پہنچ کر

سیّد مناظر احسن گیلانیؒ

بیت اللہ کے جوار میں

طواف و سعی سے فارغ ہونے کے بعد جب رباط پہنچا' اور قیام و طعام کے نظم کا سوال اٹھا' تو خاکسار نے رفیقوں سے عرض کیا کہ نامناسب نہ سمجھا جائے تو اس بندے کو پروانۂ آزادی عطا فرما دیا جائے۔ پوچھا گیا' تیرا مطلب کیا ہے ؟ عرض کیا گیا کہ میرے لیے نہ قیام ہی کی فکر کیجیے نہ طعام کی۔ دِل یہ چاہتا ہے کہ چند دن کے لیے میر مرحوم کے شعر کی لذت حاصل کروں۔ یعنی ۔

کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو ہو گا کسی دیوار کے سائے تلے میر

میری آرام طلبی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ صرف شطرنجی اور تکیہ لے کر یہ دو تین دن جو آغاز مناسک کے لیے باقی ہیں ان کو حرم ہی کے کسی گوشہ میں گزار دوں۔ یہ تجویز دماغ میں مختلف وجوہ سے آئی۔ زمانہ وہ آگیا تھا کہ چاروں طرف سے حجاج کھنچ کھنچا کر مکّۂ معظمہ میں جمع ہو چکے تھے۔ لاکھوں لاکھ کی اس بھیڑ میں سب سے بڑی محرومی اپنی یہ محسوس ہوتی تھی کہ براہِ راست حجرِ اسود کی تَقبِیلْ و لَمس (یعنی بوسہ دینے) کی آرزو دل ہی دل میں رہی جاتی تھی۔

خیال آتا تھا کہ از آدمؑ تا خاتمؐ ' حضرات انبیا علیہم السلام کے دستِ مبارک کی قائم مقامی جو پتھر کررہا ہے' ان بزرگوں کی تَقبِیلْ و لَمس سے خانہ کعبہ کا یہ پتھر مشرّف ہے۔ اس کو چومنا' اور اس پر ہاتھ رکھ کر کلمۂ شہادت و دعوت کے عہد و میثاق کی تجدید کی تمنا دل کو تڑپا رہی تھی۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کا قرآنی اشارہ حوصلہ میں اَور بلندی پیدا کرتا تھا۔ صحیح حدیثوں میں پڑھا تھا کہ کعبہ کی دیوار کا یہ پتھر' آسمان و زمین کے خالق و مالک کا یمین اور سیدھا ہاتھ ہے۔ اللہ اللہ ! اللہ کا داہنا ہاتھ بڑھا ہوا تھا' وہی ہاتھ جو اوّل سے آخر تک سارے انبیا کے مبارک و مقدّس

ادارہ معارف اسلامی منصورہ ○ لاہور

کی

نئی مطبوعات

فقہی انسائیکلوپیڈیا
موسوعہ فقہ حضرت ابوبکرؓ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ
○ تصنیف: ڈاکٹر رواس قلعجی
○ ترجمہ: مولانا عبدالقیوم
صفحات ۲۷۱
قیمت ۱۵۰ روپے

فقہی انسائیکلوپیڈیا
موسوعہ فقہ حضرت عثمانؓ
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ
○ مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی
○ ترجمہ: [illegible] ترابی
صفحات ۳۲۰
قیمت روپے

فقہی انسائیکلوپیڈیا
موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ
○ مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی
○ ترجمہ: مولانا عبدالقیوم
صفحات ۶۰۴
قیمت ۲۰۰ روپے

فقہی انسائیکلوپیڈیا
موسوعہ فقہ حضرت عمرؓ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ
○ تصنیف: ڈاکٹر رواس قلعجی
○ ترجمہ: مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی
صفحات ۷۰۸
قیمت ۲۵۰ روپے

فقہی انسائیکلوپیڈیا
موسوعہ فقہ حضرت علیؓ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فقہی آراء کا مجموعہ
○ مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی
○ ترجمہ: مولانا عبدالقیوم
صفحات ۸۱۴
قیمت ۳۰۰ روپے

بوسنیا
مولانا خلیل احمد حامدی
تاریخ، جغرافیہ، داستان جہاد
○ صفحات: ۲۵۶ ○ قیمت: ۷۵/- روپے

صدائے رستاخیز
الجمعیۃ دہلی میں سید مودودیؒ کے ۱۹۲۵ء کے لکھے ہوئے اداریے اور مضامین
جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی
○ صفحات: ۵۴۴ ○ قیمت: ۱۵۰/- روپے

عورت معرض کشمکش میں
مصنف: مولانا نعیم صدیقی
صفحات: ۳۰۸ قیمت: ۱۱۳/۰۰ روپے

حرمت سود
(کتابی سائز)
وفاقی شرعی عدالت کے سوالنامے کا مفصل جواب
مولانا گوہر رحمٰن
○ صفحات: ۱۱۶ ○ قیمت: ۲۵/- روپے

بانگ سحر
جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی
الجمعیۃ دہلی میں مولانا مودودیؒ کے ۱۹۲۶ء کے لکھے ہوئے اداریے اور مضامین
سفید کاغذ کمپیوٹر کمپوزنگ جاذب نظر ٹائیٹل
○ صفحات: ۴۴۴ ○ قیمت: ۱۳۰/- روپے

مسلم دنیا
(شمارہ ۲-۳) ۱۹۹۱-۹۲ء
ہر لائبریری کی ضرورت
دنیائے اسلام کے تازہ ترین حالات و واقعات کا مرقع
صفحات: ۵۲۰ قیمت: ۱۵۰/۰۰ روپے

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک
مصنف: مولانا مسعود عالم ندوی
صفحات: ۲۰۶ قیمت: ۵۱/- روپے

آفتاب تازہ
۱۹۲۷ء
الجمعیۃ دہلی میں سید مودودیؒ کی زندۂ جاوید تحریریں
○ صفحات: ۴۵۶ ○ قیمت: ۱۳۵/- روپے

یادگار لمحات
تصنیف: عاصم نعمانی
مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رفاقت میں گزرے ہوئے یادگار لمحات اور یادداشتیں
صفحات: ۴۰۸ قیمت: ۹۴/۰۰ روپے

ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفسیریں
مصنف: ڈاکٹر سالم قدوائی
صفحات: ۲۰۸ قیمت: ۸۲/- روپے

جلوۂ نور
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی
صفحات: ۳۶۰ قیمت: ۹۶/- روپے

اقبال کا شعلۂ نوا
تصنیف: نعیم صدیقی
صفحات: ۲۴۴ قیمت: ۹۶/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: المنار بک سنٹر ○ منصورہ ○ لاہور ○ پاکستان فون: ۴۲۰۰۴۳-۴۲۶۹۱۳

ہاتھوں پر تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسی کے ساتھ لپٹ جاؤں' پکڑ لوں اس ہاتھ کو' کہ پھر وہ ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

لیکن انسانوں کا طوفان تھا جو اس پتھر کے اردگرد ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گھسنے والے' بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے سنگِ اسود تک پہنچنے کی کوششوں میں' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کچھ کھو بیٹھے ہیں' گویا خواجہ حافظ کی مشہور غزل کے اشعار مجسم ہو کر سامنے کھڑے تھے' فرماتے ہیں۔

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب کہ می رقصند باہم مست و ہوشیار
ازیں افیوں کہ ساقی درمے افگند حریفاں را نہ سرماند نہ دستار

مطرب نے پردۂ ساز پر کیسی لے چھیڑی' کہ دیوانہ اور ہوشیار سب رقص میں آگئے۔ ساقی نے شراب میں جو افیون ڈال دی' نہ مے نوشوں کو ہوش رہا نہ دستار سلامت رہی۔

دیکھتا تھا اور دل کہتا تھا۔

خرد ہر چند نقدِ کائنات است چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار

عقل اگرچہ متاعِ کائنات ہے' لیکن عشقِ کیمیاگر کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت۔

"عشق کیمیا کار" کی گرمئ بازار کا حال دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ نہ بڑوں کی بڑائی باقی تھی اور نہ چھوٹوں کا چھوٹ پنا۔ لوگ تھے کہ گرے پڑتے تھے اور پکارنے والا پکار رہا تھا۔

سکندر را نمی بخشند آبے بزورِ زر میسر نیست ایں کار

سکندر کو (بھی) پانی نہیں دیتے' یہاں زر کی قوت سے یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔

یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے' اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے کہ لاکھوں میں نہیں تو یقیناً ہزاروں میں چند ہی خوش قسمت تھے جو کسی نہ کسی طرح انسانی بحرِ مواج کو چیرتے پھاڑتے کعبہ کے اس سیاہ پتھر تک براہِ راست پہنچنے میں کامیاب ہوتے تھے۔ دردناک منظر غریب نجدی حاجیوں کا تھا۔ سنگ دلی میں حالانکہ ان کی شہرت ہے' لیکن اس سیاہ سنگ کے عشق میں آج بجائے دل کے ان کے سر گویا پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے جوان ہاتھوں میں بید لیے ہوئے حجرِ اسود کے گرد کھڑے ہوئے تھے۔ نجدی دیوانہ حاجی ہر چیز سے بے پروا ہو کر' استلام کو ناکافی ٹھہراتے ہوئے' حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے جان پر کھیل کر جب حجرِ اسود تک پہنچ جاتا' اور بوسہ کے لیے اپنے سر کو جھکاتا' تو اچانک تڑاتڑ انتہائی بے دردی کے ساتھ نجدی پولیس کے سپاہی کی بید اس غریب کے سر پر برسنے لگتی۔ بید پر بید سپاہی مارتا جارہا ہے' لیکن پتا چلتا تھا کہ ان کو نجدی حاجی پھول سمجھ رہا ہے' سنگِ اسود کے ساتھ لپٹا ہوا ہے۔

طوافِ قدوم کے ابتدائی مناسک ہی میں ان باتوں کا اندازہ ہوگیا' میرے لیے نہ نجدی حاجیوں کے سروں کی سنگینی آسان تھی' اور نہ دل اس پر راضی ہوتا تھا کہ استلام کی شکل میں شرعی مطالبہ کی تکمیل کرکے آگے بڑھ جاؤں۔ سوچ بچار کر اس راحت طلب دل نے یہی صورت نکالی کہ اپنا بستر ا ہی کسی کی دیوار کے نیچے ڈال دیا جائے۔ چوبیس گھنٹوں میں آخر کوئی وقت' دن کو نہ سہی رات کی پچھلی گھڑیوں ہی میں' شاید ایسا مل جائے کہ کھُل کر دل کی آرزو پوری کرلوں۔

رفیقوں نے اجازت دے دی۔ سب سے الگ ہو کر' باب ابراہیمؑ کی سمت میں' حرم شریف کے ایک گوشہ میں اپنا بستر ا ڈال دیا۔ ڈر تھا نجدی سپاہی کی ٹھوکروں کا' ڈر تھا بھری محفل میں اٹھا دیے جانے کی رسوائی نہ پیش آئے۔ اس رسوائی کی برداشت پر دل کو آمادہ کرلیا گیا تھا' لیکن شکر ہے کہ ایسی صورت کبھی پیش نہ آئی۔

اب ہم تھے' اور کعبہ مکرمہ و مقدسہ کی دید و دام کا تماشا۔ دیکھتے دیکھتے جب طبیعت میں نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی' اٹھتا اور کسی کے گھر کے چاروں طرف رقص کا مشغلہ شروع ہوتا۔ دن کو تو خیر ناممکن تھا اور رات میں بھی بارہ ایک بجے تک طوافی تلاطم کا جوش موجیں ہی مارتا رہتا' لیکن رات جب کافی بھیگ جاتی' اڑھائی تین بجے تک نسبتاً" طواف کرنے والوں کی تعداد گھٹ گھٹا کر اس نقطہ تک پہنچ جاتی کہ مجھ جیسے کمزور جسم و جاں والوں کے لیے بھی حجرِ اسود تک براہِ راست رسائی گو نہ آسان ہو جاتی تھی۔

بات کیسے چھپاؤں۔ روایات کی روشنی میں حجرِ اسود جو کچھ میرے لیے تھا' میرے لیے وہ نمائندگی کررہا تھا آدمؑ و شیثؑ' ادریسؑ و نوحؑ کے ساتھ ساتھ قوموں کے امام ابراہیم خلیل اور ان کے فرزند ذبیح علیہما السلام کے مبارک ہاتھوں کی بھی' اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ بغیر کسی شک و شبہ کے کعبہ کا یہ وہی پتھر ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے لمس اور لبِ اقدس کے بوسہ کی سعادت قطعی طور پر حاصل ہوئی ہے۔ الغرض نہ پوچھیے کہ ایمان کی آنکھوں سے ذہن کہاں کہاں تک پہنچتا تھا' اور اڑتا ہوا دماغ کن بلندیوں کو چھو چھو لیتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مخلوقات سے گزر کر خالق تک کے یمین (دست راست) کی تجلی اسی سیاہ پتھر سے تڑپ تڑپ کر نکل رہی تھی' اور ایمان کی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

لیکن اسی کے ساتھ اب کیا بتاؤں کہ پہلی دفعہ رات کی پچھلی گھڑیوں میں جب حجرِ اسود کے چومنے کی سعادت سے سرفرازی میسر آئی' اس وقت میں نے کیا پایا۔ کوئی تشبیہ سمجھ میں نہیں

آتی۔ کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کوند کر کوئی بجلی تھی جو چاندی کے پتروں میں مڑھے ہوئے اس کالے پتھر کے ان ٹکڑوں سے میرے ظاہر و باطن میں جذب ہوگئی۔ ناقابل بیان سرور و نشاط کا ایک کیفِ مجہول تھا' جو میرے وجود میں ہلچل مچائے ہوئے تھا۔ ایک حال تھا ' نہیں کہہ سکتا کہ کیا حال تھا۔ باہر کی کوئی تاثیر تھی یا ایمانی مشاہدات کے نتائج نے ناسوتی رنگ اختیار کرلیا تھا۔

دیوارِ حرم کے نیچے کی چند دن کی یہ زندگی ساری زندگی کے اوقات میں سب سے زیادہ قیمتی تھی۔...

منیٰ کی طرف

میرا اونٹ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ ڈگ مگ' اونچے نیچے ہوتے ہوئے' وہ تو منیٰ کے میدان کی طرف جارہا تھا' اور یہاں دیوانے کے لیے وادی مکہ کی ہواؤں کی سنسناہٹ نے "ہو" کا کام کیا۔ "رُوح" کو تو کیسے کہوں' کہ "روحانیت" والے ہی جانیں روح کیسے کھلتی ہے' لیکن دماغ کے پٹ کھُل گئے۔ مطالعہ کے معلومات مجسّم و متشکّل ہو ہو کر سامنے آنے لگے۔

اللہ کے خلیل ابراہیم اواہ و صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی اسی وادی میں آمد و رفت کا زمانہ ایسا معلوم ہوتا تھا' ماضی کے پردوں کو چاک کرکے' میرے روبرو کھڑا ہوا ہے۔ ایک ایک واقعہ' جس کا ذکر کتابوں میں کیا گیا ہے' یاد آتا جاتا تھا۔ شکار کے لیے حضرت ابراہیمؑ کے صاحبزادے' حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی میدانوں میں نکلتے ہوں گے' جراہمہ سے ان کے سسرالی تعلقات' جراہمہ کا دورِ حکومت' جراہمہ کے بعد عمالقہ کے جبروزور کے افسانے' اسماعیلی نسل کی ملوکیت'.ان کے گزرے ہوئے سلاطین' ان کے خزانے' ان کی معدنی دولت' ملوک بنی خزاعہ کا مکہ کی حکومت پر استیلا' خزاعی بادشاہوں میں عمرو بن لحی کا عہدِ اسلامی سے تین ساڑھے تین صدی پہلے مکہ معظمہ میں ان اَصنام کو لانا' جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ابتدا ان کی عہدِ نوح میں ہوئی اور' بقول سہیلی' ہندوستان میں وہی بُت اور مورتیاں کسی زمانہ میں پہنچیں۔

عرب کے کھُلے ہوئے اس میدان میں' ذہن کو کھل کھیلنے بلکہ زقندوں کے بھرنے کا خوب موقع ملا۔ اسی راستہ سے' یمن کے حبشی ہاتھی والے جو کعبہ کو گرانے کے لیے آئے تھے' یعنی اصحابِ فیل' بھاگے تھے' اور اسی راستہ کی مختلف منزلوں پر' جیسا کہ ایّامِ جاہلیت کے شعُرا نے ذکر کیا ہے' حبشیوں کی لاشیں گل گل کر گرتی چلی جاتی تھیں' جن کو پرندوں سے جھڑنے والی کنکریوں نے عَصفٍ مّاکُول (کھایا ہوا بھوسہ) گویا گوبر بنا کر رکھ دیا تھا۔

بڑھتے ہوئے سامنے قربانی کا وہ میدان' منیٰ نام والا' بھی آہی گیا۔ اسی وادی میں دو باپ بیٹے

ابراہیم خلیلؑ و اسماعیل ذبیحؑ ' اللہ کے ان دونوں راستباز مخلص بندوں نے اس دین کا پہلا سنگِ بنیاد نصب کیا تھا جس دین کے ماننے والوں کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ اسی کے سپرد انھوں نے کردیا جس کا سب کچھ ہے۔ جو قرآنی الفاظ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۝ جب دونوں باپ بیٹے مسلمان ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل پٹک دیا' (الصفت ۳۷ : ۱۰۳) کا کھلا ہوا اقتضا و مفاد ہے۔ اسی دن کے "اَسْلَمَا" نے' اس دین کو پیدا کیا جس کا نام "اِسلام" ہے۔...

سوئے عرفات

صبح ہوئی' اونٹ موجود تھے۔ خیمہ خرگاہ سب لد گیا' اور اس وادی کی طرف انسانوں کا سیلاب چل پڑا جس میں تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے نسلِ انسانی کی غیر معمولی تعداد اکٹھی ہوتی رہی ہے' اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی۔ چلے جارہے تھے' صبح کا سہانا وقت تھا' بے آب و گیاہ' بے سنگ و میل وادی کے ان چٹیل میدانوں میں جن میں شمالاً و جنوباً" شرقاً" و غرباً" پست پہاڑیوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں۔

خیال آتا کہ یہ کتنا بڑا میلہ ہے! پھر وسوسہ ہوتا کہ دنیا میں میلوں ٹھیلوں کی کیا کمی ہے' قوموں کی یہ عام عادت ہے۔ دل جواب دیتا' یہ نہ دیکھو کہ کتنے لوگ جمع ہوئے' بلکہ یہ سوچو کہ انسانیت کا یہ اجتماع کس کے لیے ہورہا ہے؟

ناچنے' گانے بجانے' تھرکنے' پینے پلانے' کھُل کھیلنے کے مخلوط و غیر مخلوط میلوں کو تو جانے دیجیے' دین اور دَھرم کی چھاپ جن میلوں اور ٹھیلوں پر لگائی جاتی ہے' دین ہی کے نام پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں' اس باب میں ان کا حال کیا ہے؟ واقعہ بتا رہا ہے کہ جمع ہونے والے جہاں کہیں بھی جمع ہوتے ہیں' کسی مخلوق ہی کے نام پر جمع ہوتے ہیں۔ یَلِدُ اور یُوْلَدُ کے داغ سے کسی کا دامن پاک نہیں۔ اِلاّ یہ کہ زمین کے اس سارے کرّہ پر' ایشیا و افریقہ' یورپ و امریکہ کے بیچ میں' عرفات ہی کے میدان کا میلہ وہ میلہ ہے جس میں اکٹھے ہونے والے بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ کائنات کے خالقِ قدّوس اور صرف کائنات کے خالق قدوس' ہی کی بزرگی اور بڑائی کے نعروں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسی کے قدموں پر لوٹنے کے لیے زندگی کی ساری کوتاہیوں کی تلافی کے لیے چلے آتے ہیں۔... کچھ اسی قسم کے خیالات میں ڈوبے ہوئے ہم بالآخر اس موقف اعظم تک پہنچا ہی دیے گئے جہاں کے وقوف اور قیام کے بغیر حج کے قالب میں حج کی رُوح پیدا نہیں ہوتی۔ یہی حج کا رکنِ اکبر ہے' جس کے بغیر کسی کا حج' حج نہیں ہوتا۔...

عرفات میں

ایک طرف دن بھی پگھلتا چلا جارہا تھا' اور اسی نسبت سے دل بھی پگھل رہے تھے۔ اللہ اللہ خیموں کے اندر کی چیخ و پکار' گریہ و بکا' نالہ و زار' توبہ و استغفار' شاید زمین بھی کانپ رہی تھی' آسمان بھی تھرا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مخلوق کو دوسری مخلوق کی خبر نہیں۔ سامنے سب کے گویا صرف ان کا اَرحَمَ الراحِمِین' غَافِرِ الذنب' قابل التوب' الغفور الرحیم' خالق کے سوا کوئی دوسرا باقی نہ رہا تھا۔

اپنے وجدان کے آیئنے میں مجھے تو کچھ ایسا دکھایا جارہا تھا کہ ہر ایک کا ماضی' حال کے مرقع میں کھنچ کر ہر ایک کے سامنے گویا کھڑا ہے۔ خیر کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا لیکن قرآنی آیت' یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ہر شخص نے جو کچھ بھلا بُرا کیا ہے اس دن اس کو حاضر پائے گا (آل عمران ۳ : ۳۰)' میں سُوۡٓءٍ (برائی) کے جس ثانوی ظہور کی اطلاع دی گئی ہے' اسی واقعہ کی ایک جھلک آج دکھائی جارہی تھی۔ اور یوں اس حال میں یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَہُمۡ ؀ اس دن واپس ہوں گے لوگ بکھرے ہوئے تاکہ دیکھیں اپنے کرتوتوں کو (الزلزال ۹۹ : ۶)' کا استقبالی نظارہ بھی جھانک رہا تھا۔ گویا یوں سمجھیے کہ ماضی حال' اور حال مستقبل' بنا ہوا تھا۔ تینوں زمانے ایک دوسرے میں آج مدغم ہو کر ایک ناقابلِ بیان کیفیت کو پیدا کیے ہوئے تھے۔

دیوانوں کے لیے "ہو" "بس" ہوتی ہے۔ پھر جہاں ہاؤہو' شوروغل کے ہنگاموں کا یہ حال ہو' سوچا جاسکتا ہے کہ عقل سوختوں پر ان کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جاننے پہچاننے والے رفیقوں کے لیے "مجہول مطلق" بن جانے' یا بنا دیے جانے' کی زحمت میں رحمت کا جو مخفی پہلو تھا' اب سامنے آیا۔ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ ' پکڑ لیا عزت (کے خیال) نے اس کو گناہ کے ساتھ (البقرہ ۲ : ۲۰۶)' کے نفسیاتی نرغہ کی جڑ ہی گویا کٹ چکی تھی۔ مولویت' پروفیسریت' خطابت' اور خدا جانے اور کیا کیا بَلا' اس قسم کے جتنے لفافے اوپر سے چڑھے ہوئے تھے' پھٹ پھٹ کر عرفاتی جھونکوں کی نذر ہو چکے تھے۔

کتابوں میں وادیِ عرفات میں آنے والی عرفانی ہستیوں کے جو تاریخی اقوال یا نعرے پڑھنے میں آئے تھے ایک ایک کرکے آج یاد آتے چلے جاتے تھے۔ سب سے زیادہ دُھننے والا جس پر سر دُھن رہا تھا' وہ اس راہ کے مشہور راہی فضیل بن عیاضؒ کے قلبِ مبارک کی پکار' اسی وادی میں' اسی دن' ان کی جان کی یہ بے پناہ کراہ' وَاسَوۡءَتَاہ وَاِنۡ غَفَرۡتَ لِیۡ' ہائے رے میری رسوائی